Al-Milal (July-December 2025)
Vol. 7, No. 2 ISSN: 2663-4392

پاکستانی معاشرے میں خاندانی تنازعات کا حل
(سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

Resolution of Family Disputes in Pakistani Society: An Analytical Study in the Light of the Sirah of the Holy Prophet (peace be on him)

Sabah Naz [1]

Abstract: This article focuses on resolving family disputes within the social structure of Pakistani society, with particular emphasis on a detailed analysis of the Seerah of Prophet Muhammad (peace be on him). The research will aim to address key questions such as: How can the principles of justice, equity, and reconciliation demonstrated by the Prophet Muhammad (peace be on him) be applied to contemporary family conflicts in Pakistan? What are the similarities and differences between the Prophetic approach to resolving family disputes and the prevailing societal norms in Pakistan? How can the Islamic teachings on family relations offer practical solutions to the conflicts often witnessed within Pakistani families? The study will explore key principles from the Seerah related to family disputes, such as communication, fairness, respect, and conflict resolution. It will also examine how these principles apply in Pakistani society's traditional and modern family structures. By analyzing how Islamic teachings can guide the resolution of family conflicts, this research will offer valuable insights for addressing issues related to marriage, inheritance, child upbringing, and intergenerational relationships. The article aims to provide a comprehensive framework for using the Seerah to resolve family disputes, thereby contributing to a more harmonious and just social fabric within Pakistan.

Keywords: *Simplified Marriage, Conflict Resolution, Mutual Respect, Sirah, Cultural Expectations, Social Pressures.*

[1] Lecturer, National University of Modern Languages, Islamabad, sabah.naz@numl.edu.pk

موضوع کا تعارف:

پاکستانی معاشرہ خاندانی اقدار، روایات اور باہمی تعلقات پر مبنی ایک مضبوط سماجی ڈھانچہ رکھتا ہے، مگر جدید دور میں تیزی سے بدلتے ہوئے سماجی، معاشی اور ثقافتی عوامل کے نتیجے میں خاندانی تنازعات میں اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ ازدواجی تعلقات میں کشیدگی، والدین اور اولاد کے درمیان عدم اتفاق، وراثت کے جھگڑے، اور سسرالی تعلقات میں کشیدگی جیسے مسائل عام ہوتے جا رہے ہیں۔ ان تنازعات کا حل روایتی قانونی یا غیر رسمی ثالثی کے نظام میں تلاش کیا جاتا ہے، لیکن اکثر یہ طریقے دیرپا اور مؤثر ثابت نہیں ہوتے۔ اسلام نے خاندانی زندگی کے استحکام کے لیے جامع اصول فراہم کیے ہیں، اور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ خاندانی تنازعات کے حل میں ایک مکمل اور مثالی نمونہ پیش کرتی ہے۔ نبی ﷺ نے صلح، عدل، مساوات، درگزر، اور حسن سلوک جیسے اصولوں پر مبنی خاندانی مسائل حل فرمائے، جس سے خاندانوں میں ہم آہنگی، محبت، اور باہمی احترام کو فروغ حاصل ہوا۔ یہ تحقیق سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں پاکستانی معاشرتی خاندانی تنازعات کا تجزیہ کرے گی اور ان اسلامی اصولوں کو آج کے دور میں نافذ کرنے کے عملی طریقے تلاش کرے گی۔ اس مطالعے کے ذریعے یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ اسلامی تعلیمات کس طرح ازدواجی زندگی، وراثت، بچوں کی تربیت، اور بین النسلی تعلقات میں تنازعات کو حل کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔ یہ مطالعہ خاندانی تنازعات کے حل کے لیے ایک اسلامی فریم ورک فراہم کرے گا جو نہ صرف پاکستانی سماج میں خاندانی ہم آہنگی کو فروغ دے سکتا ہے بلکہ معاشرتی انصاف اور استحکام میں بھی معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

بنیادی سوالات:

1. نبی اکرم ﷺ نے خاندانی تنازعات کے حل کے لیے کن اصولوں کو اپنایا؟
2. پاکستانی معاشرے میں خاندانی تنازعات کی بنیادی وجوہات کیا ہیں؟
3. سیرتِ نبوی ﷺ کے مطابق خاندانی تعلقات میں عدل، مساوات اور صلح کو کیسے فروغ دیا جا سکتا ہے؟
4. کیا پاکستانی خاندانی روایات اور اسلامی اصولوں میں کوئی تضاد پایا جاتا ہے؟ اگر ہاں، تو اسے کیسے حل کیا جا سکتا ہے؟
5. جدید دور میں اسلامی تعلیمات کو خاندانی تنازعات کے حل کے لیے کس طرح مؤثر بنایا جا سکتا ہے؟

مقاصد:

1. سیرتِ نبوی ﷺ میں خاندانی تنازعات کے حل کے لیے اختیار کردہ اصولوں کا تجزیہ کرنا۔
2. پاکستانی معاشرے میں موجود خاندانی مسائل اور ان کے اسباب کو سمجھنا۔
3. سیرتِ طیبہ کے اصولوں کو جدید پاکستانی خاندانی نظام میں نافذ کرنے کے عملی طریقے تلاش کرنا۔
4. اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ازدواجی زندگی، وراثت، بچوں کی تربیت اور بین النسلی تعلقات کے تنازعات کا حل پیش کرنا۔
5. پاکستانی خاندانی ڈھانچے میں عدل و انصاف اور مصالحت پر مبنی حل تجویز کرنا۔

منہج تحقیق:

مذکورہ تحقیق میں تجزیاتی طریقہ کار اپنایا گیا ہے، جس کے تحت سیرتِ نبوی سے خاندانی مسائل سے متعلق مختلف واقعات کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ان واقعات کا حدیثِ نبوی اور سیرتِ طیبہ کی روشنی میں گہرائی سے تجزیہ کیا گیا ہے، ان پر علمی تبصرہ کیا گیا ہے، اور ان سے ایسے اسباق اور عملی اصول اخذ کیے گئے ہیں جو پاکستان کے خاندانی مسائل کے مؤثر حل میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

پاکستانی معاشرے میں خاندانی تنازعات کی مختلف شکلیں:

پاکستان میں خاندانی تنازعات کی مختلف شکلیں ہیں، جن میں درج ذیل نمایاں ہیں:

1. ازدواجی تعلقات میں کشیدگی
2. غلط فہمیاں اور عدم برداشت
3. ساس اور بہو میں تنازعات
4. مہر اور جہیز کے مسائل
5. والدین اور بچوں میں تنازعات
6. وراثت کے تنازعات

ذیل میں ان تمام مسائل کا بیان اور پھر اس کا حل سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔

1: ازدواجی تعلقات میں کشیدگی

ازدواجی تعلقات کسی بھی سماجی ڈھانچے کی بنیاد بناتے ہیں لیکن جب تناؤ پیدا ہوتا ہے تو اس کا اثر نہ صرف میاں بیوی بلکہ پورے خاندان اور معاشرہ پر پڑتا ہے۔ پاکستانی معاشرے میں ازدواجی تناؤ کی مختلف وجوہات ہیں جن میں سماجی، معاشی، نفسیاتی اور مذہبی عوامل شامل ہیں۔

ازدواجی تناؤ کی وجوہات

الف۔ خاندانی دباؤ اور مداخلت

پاکستانی معاشرے میں مشترکہ خاندانی نظام عام ہے، جہاں شادی شدہ جوڑوں کو اکثر سسرال اور دیگر رشتہ داروں کے دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات، خاندان کے بزرگ غیر ضروری طور پر جوڑے کے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں، جس سے میاں بیوی کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر، کچھ گھرانوں میں، بہو سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ہر فیصلے کے لیے اپنی ساس اور بہو سے منظوری لیتی ہے، جو بعد میں تنازعہ کا باعث بن سکتا ہے۔

ب۔ مالی مسائل اور معاشی تناؤ

مالی مسائل ازدواجی تناؤ کی ایک اہم وجہ ہیں۔ بڑھتی ہوئی مہنگائی، کم آمدنی، اور بے روزگاری بہت سے خاندانوں کے لیے اپنے اخراجات کا انتظام کرنا مشکل بناتی ہے، جس سے شادی شدہ زندگی براہ راست متاثر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگر شوہر کم آمدنی کی وجہ سے بنیادی گھریلو ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہے، تو اس کی بیوی یا سسرال کی طرف سے اضافی دباؤ تعلقات میں تناؤ کو بڑھا سکتا ہے۔

ج۔ غیر حقیقی توقعات اور غلط فہمیاں

میاں بیوی کے درمیان غیر حقیقی توقعات اکثر تنازعات کا باعث بنتی ہیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ شادی سے پہلے مرد اور عورت دونوں ہی ازدواجی زندگی کا "مثالی تصور" یا "رومانی تصور" رکھتے ہیں لیکن جب حقیقت کچھ اور نکلتی ہے تو مایوس ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کچھ خواتین شادی کے بعد مکمل آزادی کی توقع رکھتی ہیں، جبکہ کچھ مرد یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی بیویاں ان کی غیر مشروط اطاعت کریں گی۔

د. ازدواجی حقوق اور ذمہ داریوں کے حوالے سے آگاہی کا فقدان

بہت سے میاں بیوی ازدواجی زندگی کے حوالے سے اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اختلاف اور جھگڑے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر شوہر اپنی بیوی کے تئیں اپنی مالی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے یا اگر بیوی اپنے شوہر کے ساتھ حسن سلوک اور احترام کے ساتھ پیش نہیں آتی ہے، تو اس سے تعلقات میں بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے۔

ازدواجی تناؤ کے نتائج

ازدواجی تناؤ کے کئی منفی اثرات سامنے آتے ہیں، جیسے:

1. گھریلو تنازعات اور ذہنی تناؤ: میاں بیوی کے درمیان مسلسل جھگڑے اور جھگڑے گھر کا زہریلا ماحول پیدا کرتے ہیں، جس سے بچوں پر منفی اثر پڑتا ہے۔
2. طلاق اور علیحدگی: اگر ازدواجی تنازعات بڑھتے ہیں، تو وہ طلاق یا علیحدگی کا باعث بن سکتے ہیں، جو دونوں فریقوں کے لیے نقصان دہ ہے۔
3. بچوں پر اثرات: والدین کے تنازعات سے بچے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں، اکثر انہیں نفسیاتی پریشانی اور احساس محرومی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ازدواجی تناؤ کا حل: سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازدواجی زندگی کو محبت، رحم اور صبر کی بنیادوں پر استوار کرنے پر زور دیا۔ اگر پاکستانی معاشرہ ان اصولوں کو اپنالے تو ازدواجی تنازعات میں خاطر خواہ کمی آسکتی ہے۔

الف. صبر اور برداشت کو اپنانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی محبت، برداشت اور صبر کا عملی نمونہ تھی۔ آپ نے اپنی بیویوں کے ساتھ کبھی سختی نہیں کی۔ اس کے بجائے، آپ ہمیشہ ان کے ساتھ مہربانی، پیار اور حکمت سے پیش آتے تھے۔ ذیل میں چند ایسے واقعات بیان کیے جاتے ہیں، جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی ازواج سے اختلاف کی صورت میں کس حکمت عملی سے کام لیتے تھے۔

مثلاً ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا:

إني لاعلم إذا كنت عني راضية، وإذا كنت علي غضبى، قالت: فقلت: ومن اين تعرف ذلك؟، قال: اما إذا كنت عني راضية، فإنك تقولين لا ورب محمد، وإذا كنت غضبى، قلت: لا ورب إبراهيم، قالت: قلت: اجل والله يا رسول الله، ما اهجر إلا اسمك [2]

(میں جان لیتا ہوں جب تو مجھ سے خوش ہوتی ہے اور جب ناخوش ہوتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے جان لیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو خوش ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کی قسم، اور جب ناراض ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ نہیں قسم ہے ابراہیم (علیہ السلام) کے رب کی۔ میں نے عرض کیا کہ بیشک اللہ کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے سوا اور کسی بات کو ترک نہیں کرتی۔)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی ازواج کے جذبات کو محسوس کرتے، ان کو سمجھتے، اور ان کے غصہ کو صبر و تحمل کے ساتھ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ میاں بیوی کے رشتے میں کسی قسم کی مزید الجھنیں پیدا نہ ہوں۔

اسی طرح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ صریح اور واضح غلطی پر بھی غصہ کا اظہار نہیں فرماتے تھے جیسا کہ:

كان النبي صلى الله عليه وسلم عند بعض نسائه، فارسلت إحدى امهات المؤمنين بصحفة فيها طعام، فضربت التي النبي صلى الله عليه وسلم في بيتها يد الخادم، فسقطت الصحفة، فانفلقت، فجمع النبي صلى الله عليه وسلم فلق الصحفة، ثم جعل يجمع فيها الطعام الذي كان في الصحفة، ويقول: غارت امكم، ثم حبس الخادم حتى اتي بصحفة من عند التي هو في بيتها، فدفع الصحفة الصحيحة إلى التي كسرت صحفتها وامسك المكسورة في بيت التي كسرت[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک زوجہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے یہاں تشریف رکھتے تھے۔ اس وقت ایک زوجہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک پیالے میں کچھ کھانے کی چیز بھیجی جن کے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے خادم کے ہاتھ پر (غصہ میں) مارا جس کی وجہ سے کٹورہ گر کر ٹوٹ گیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کٹورا لے کر ٹکڑے جمع کئے اور جو کھانا اس برتن میں تھا اسے بھی جمع کرنے لگے اور (خادم سے) فرمایا کہ تمہاری ماں کو غیرت آ گئی ہے۔ اس کے بعد خادم کو روکے رکھا۔ آخر جن کے گھر میں وہ کٹورہ ٹوٹا تھا ان کی طرف سے نیا کٹورہ منگایا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نیا کٹورہ ان زوجہ مطہرہ کو واپس کیا جن کا کٹورہ توڑ دیا گیا تھا اور ٹوٹا ہوا کٹورہ ان کے یہاں رکھ لیا جن کے گھر میں وہ ٹوٹا تھا۔

اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سیرت نبوی ﷺ کی تعلیمات یہ ہیں کہ میاں بیوی کے مابین اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے جس کو غصہ کے بجائے صبر و تحمل اور حکمت عملی سے حل کیا جاسکتا ہے تو غصہ کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے جیسا کہ

[2] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فی فضل عائشہ، حدیث: 6285۔

[3] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، حدیث: 5225۔

مذکورہ واقعہ میں پیالہ توڑنے پر غصہ کرنے کے بجائے آپ ﷺ نے حکمت پر عمل کیا، نیا پیالہ منگوایا اور جس زوجہ کا پیالہ تھا، ان کے گھر بھیج دیا۔ یعنی معاملہ کو مزید الجھانے کے بجائے، اس وجہ ہی کو ختم کر دیا، جس کی وجہ سے معاملات میں مزید بگاڑ پیدا ہو سکتا تھا۔

اس طرح کی اور بے شمار روایات ہیں،[4] جن سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کسی موقع پر میاں بیوی کے تعلقات میں کوئی تناؤ پیدا ہو رہا ہو تو بجائے غصہ کرنے کے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔

ب. باہمی مشاورت اور بات چیت کا راستہ اختیار کرنا

بہت سے ازدواجی مسائل اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب میاں بیوی ایک دوسرے کے خدشات اور جذبات کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے نہ صرف یہ کہ مشورہ کیا کرتے تھے، بلکہ ان کی رائے کو محترم سمجھا کرتے تھے۔ جس کی چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

1۔ مشاورت اور رائے کی مثال:

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے مابین معاہدہ طے پا گیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے کہا کہ اب سب احرام کھول دیں، لیکن صحابہ کرام نے شش و پنج کا مظاہرہ کیا، جس پر آپ ﷺ پر فکر ہوئی کہ ایسے موقع پر اپنے ساتھیوں سے کیسے بات منوائی جائے۔

آپ ﷺ حضرت ام سلمہ کے خیمہ میں تشریف لائے اور ان کو اس بات سے آگاہ کیا۔ حضرت ام سلمہ نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی بات پر لوگ بغیر کسی تردد کے عمل کریں تو آپ صحابہ کے سامنے سب سے پہلے خود احرام اتار دیں، جس کو دیکھ کر وہ بھی آپ کی اتباع میں احرام اتار دیں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا، جس کا نتیجہ وہی نکلا جو حضرت ام سلمہ نے بتایا تھا کہ تمام صحابہ نے جب دیکھا کہ آپ ﷺ احرام اتار چکے ہیں، تو ان سب نے بھی احرام اتار کر قربانی ادا کر دی۔[5]

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نہ صرف یہ کہ بیویوں سے مشورہ کرتے تھے بلکہ ان کی رائے کو عملی جامہ بھی پہناتے تھے۔

2۔ محبت پر مبنی مکالمہ کی مثال:

سیرت نبوی ﷺ سے ہمیں بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی ازواج سے محبت کا اظہار فرماتے، ان کی دلجوئی کرتے اور ان کو یہ باور کراتے کہ آپ مجھے محبوب ہو جیسا کہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ:

> اريتك في المنام مرتين ارى انك في سرقة من حرير، ويقول: هذه امراتك فاكشف عنها فإذا هي انت، فاقول: إن يك هذا من عند الله يمضه[6]

---

[4] صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفة والعلية المشرفة وغير المشرفة في السطوح وغيرها، حدیث: 2468۔

[5] صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط، حدیث: 2731

[6] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ عائشہ، 3895۔

"تم مجھے دو مرتبہ خواب میں دکھائی گئی ہو۔ میں نے دیکھا کہ تم ایک ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی ہو اور کہا جا رہا ہے کہ یہ آپ کی بیوی ہیں ان کا چہرہ کھولئے۔ میں نے چہرہ کھول کر دیکھا تو تم تھیں۔ میں نے سوچا کہ اگر یہ خواب اللہ تعالی کی جانب سے ہے تو وہ خود اس کو پورا فرمائے گا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ اپنے محبت بھرے تعلقات کا اظہار فرماتے تھے، اور باقاعدہ ان کے ساتھ اس پر مکالمہ کرتے تھے۔

ج. مالی معاملات میں قناعت اور تعاون کی مشق کرنا

مالی مشکلات پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے حالات کو سمجھیں اور قناعت اختیار کریں۔ سیرت نبوی ﷺ سے اس موضوع پر بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، تاہم طوالت سے بچنے کے لیے ذیل میں صرف دو مثالوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا آپ ﷺ کی گھریلو زندگی سے متعلق بیان کرتی ہیں کہ:

مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتَّى قُبِضَ[7]

(مدینہ ہجرت کرنے کے بعد آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی برابر تین دن تک گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔)

نہ صرف یہ کہ آپ کا گھرانہ کفایت شعاری اور قناعت کی زندگی بسر کر رہا تھا، بلکہ آپ ﷺ نے اپنی اولاد کو بھی یہی تعلیم دی تھی۔

ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا آپ ﷺ کے پاس تشریف لائیں، تاکہ آپ سے گھریلو کام کاج میں مدد کے لیے کوئی خادم مانگ سکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

الا ادلكما على خير مما سالتماه إذا اخذتما مضاجعكما فكبرا الله اربعا وثلاثين، واحمدا ثلاثا وثلاثين، وسبحا ثلاثا وثلاثين، فإن ذلك خير لكما مما سالتماه[8]

(جو کچھ تم لوگوں نے (لونڈی یا غلام) مانگے ہیں' میں تمہیں اس سے بہتر بات کیوں نہ بتاؤں' جب تم دونوں اپنے بستر پر لیٹ جاؤ (تو سونے سے پہلے) اللہ اکبر 34 مرتبہ اور الحمد اللہ 33 مرتبہ اور سبحان اللہ 33 مرتبہ پڑھ لیا کرو' یہ عمل بہتر ہے اس سے جو تم دونوں نے مانگا ہے۔)

د. خاندانی مداخلت کو محدود کرنا

ازدواجی تعلقات میں استحکام کے لیے یہ ضروری ہے کہ میاں بیوی اپنے فیصلے خود کریں۔ اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بڑوں کے مشورے اور دوسروں کی رائے، انسانی زندگی میں معاون ثابت ہوتی ہے تاہم میاں بیوی کے رشتہ میں خاندان کے دیگر

---

[7] صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ، باب ماکان النبی ﷺ واصحابہ یاکلون، حدیث: 5416۔

[8] صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب الدلیل علی ان الخمس لنوائب رسول اللہ ﷺ والمساکین، حدیث: 3113۔

Al-Milal (July-December 2025)
Vol. 7, No. 2 ISSN: 2663-4392

افراد کی غیر ضروری مداخلت نہایت گھمبیر مسائل پیدا کرتی ہے۔ سیرت نبوی ﷺ سے معلوم ہوتا کہ ازدواجی معاملات میں رازداری اور آزادی کو اہمیت دی جائے جیسا کہ:

1۔رازداری سے متعلق تعلیمات

آپ ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے کہ میاں بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے معاملات آپس میں ہی نمٹا لیا کریں، خاندان کے دیگر افراد کے سامنے اس کو افشاء نہ کیا کریں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلُ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا[9]

(قیامت کے دن، اللہ کے ہاں لوگوں میں مرتبے کے اعتبار سے بدترین وہ آدمی ہو گا جو اپنی بیوی کے پاس خلوت میں جاتا ہے اور وہ اس کے پاس خلوت میں آتی ہے پھر وہ (آدمی) اس کا راز افشا کر دیتا ہے۔)

2۔بے جا مداخلت سے احتراز

نبی کریم ﷺ کی زندگی ہمیں سکھاتی ہے کہ آپ نے باوجود اللہ تعالیٰ کے نبی ہونے کے، اپنی اولاد کی زندگی میں بے جا مداخلت نہیں کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بعض اوقات ازدواجی معاملات میں اختلافات پیدا ہوتے، تو نبی کریم ﷺ ان کے معاملات میں غیر ضروری مداخلت کرنے کے بجائے محبت اور حکمت سے ان کی رہنمائی کرتے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے، مجھ سے پوچھا کہ تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ میں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ وہ مجھ سے کسی بات پر ناراض ہو کر باہر چلے گئے ہیں، اور قیلولہ بھی نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو حضرت علی کو تلاش کرنے پر مامور کیا تو اس نے آکر آپ ﷺ کو بتایا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ آپ ﷺ مسجد پہنچے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں لیٹے ہوئے ہیں اور آپ کے جسم پر چادر ہٹ جانے کی وجہ سے کسی قدر مٹی لگ چکی ہے، آپ ﷺ نے ان کے جسم سے مٹی صاف کی اور پیار سے فرمایا: ((قُمْ أَبَا تُرَابٍ، قُمْ أَبَا تُرَابٍ))[10] اے ابو تراب اٹھ، اے ابو تراب اٹھ۔

یہ حدیث ازدواجی اختلافات میں نبی کریم ﷺ کے حکیمانہ طرزِ عمل کے حوالے سے درج ذیل تعلیمات فراہم کرتی ہے:

1. نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شکایت کو سنا لیکن فریقین میں سختی نہیں کی۔
2. آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ڈانٹنے کے بجائے محبت اور نرمی سے بلایا، ان کے جذبات کا احترام کیا، اور ان کی ناراضگی کو حکمت سے ختم کیا۔

ماحصل یہ کہ والدین اور خاندان کے دیگر افراد کو ازدواجی مسائل میں دخل اندازی کے بجائے مفاہمت اور محبت کے ذریعے مسائل حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

2:شوہر اور بیوی کے درمیان غلط فہمیاں اور عدم برداشت

[9] صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم افشاء سر المراۃ، حدیث:3542۔

[10] صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن ابی طالب، حدیث:6229

شادی شدہ زندگی کی خوبصورتی باہمی محبت، اعتماد اور رواداری میں پنہاں ہے لیکن پاکستانی معاشرے میں میاں بیوی کے درمیان غلط فہمیاں اور عدم برداشت ازدواجی کشیدگی کو جنم دیتی ہے۔ یہ مسائل کئی سماجی، نفسیاتی اور معاشی وجوہات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر انہیں بروقت حل نہ کیا جائے تو ازدواجی تعلق کمزور پڑ سکتا ہے جس کا اثر نہ صرف میاں بیوی بلکہ پورے خاندان اور بچوں پر پڑتا ہے۔

الف۔ برداشت کی کمی اور غصے کی عادت

بہت سے ازدواجی مسائل اس وقت بڑھ جاتے ہیں جب میاں بیوی ایک دوسرے کی غلطیوں کو نظر انداز کرنے کے بجائے سخت ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی رائے کو نظر انداز کرنا، تعمیری بات چیت کے بجائے دلائل میں مشغول ہونا اور دوسروں کے سامنے ایک دوسرے کی بے عزتی کرنا ازدواجی بندھن کو کمزور کرنے والے رویے ہیں۔

ب۔ اعتماد اور بھروسہ کا فقدان

شادی شدہ جوڑوں کے درمیان اعتماد کی کمی بھی تنازعات کا باعث بن سکتی ہے۔ موبائل فون کا بہت زیادہ استعمال، سوشل میڈیا پر غیر ضروری مصروفیات یا ساتھیوں کے ساتھ بار بار بات چیت بعض اوقات میاں بیوی کے درمیان شکوک و شبہات کو جنم دیتی ہے اور ان کے تعلقات کو مزید کمزور کر دیتی ہے۔

غلط فہمیوں اور عدم برداشت کا سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں حل

ازدواجی زندگی میں غلط فہمیاں اور عدم برداشت عام مسائل ہیں۔ تاہم، سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم محبت، رحم اور صبر پر مبنی ازدواجی تعلقات استوار کرنے کے بارے میں بہترین رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

الف. باہمی افہام و تفہیم اور اچھا برتاؤ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمیں سکھاتی ہے کہ اختلافات کے باوجود محبت اور احسان کو کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اپنی بیویوں کے ساتھ شفقت، تحمل اور احترام کا برتاؤ کیا، اور یہ ثابت کیا کہ آپ ﷺ ایک بہترین شوہر تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ:

خيركم خيركم لاهله، وانا خيركم لاهلي [11]

(تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں)

ب. صبر اور برداشت کی ترغیب

صبر کامیاب شادی کی کلید ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يفرك مؤمن مؤمنة إن كره منها خلقا رضي منها آخر [12]

---

[11] ترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب فضل ازواج النبی ﷺ، حدیث: 3895

[12] صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، حدیث: 3645

(مومن مرد (خاوند) کو کسی مومن عورت (بیوی) سے بغض نہیں رکھنا چاہیے، اگر وہ اس کی ایک خصلت کو ناپسند کرتا ہے تو دوسری سے راضی ہو جاتا ہے۔)

یہ اصول ہمیں سکھاتا ہے کہ میاں بیوی کو چاہیے کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کا بتنگڑ بنانے کے بجائے ایک دوسرے کی مثبت خوبیوں پر توجہ مرکوز رکھیں۔

ج. بیوی کے احساسات اور جذبات کا احترام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اپنی بیویوں کے جذبات کا احترام کیا اور جب بھی انہیں کوئی تکلیف ہوتی تھی آپ ﷺ ان کو تسلی دیا کرتے جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ ایک موقع پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو یہودی پس منظر سے تعلق رکھتی تھیں، اس لیے غمگین ہوئیں کہ دوسری بیویوں میں سے کچھ نے ان کو طعنہ دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً آپ کو تسلی دیتے ہوئے آپ سے فرمایا:

((إنك لابنة نبي، وإن عمك لنبي، وإنك لتحت نبي، ففيم تفخر عليك؟)) [13]

"تو ایک نبی کی بیٹی ہے، تیرا چچا بھی نبی ہے، اور تو ایک نبی کے عقد میں ہے، تو وہ کس بات میں تجھ پر فخر کر رہی ہے"۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کو ہمیشہ اپنی بیوی کے جذبات کی قدر کرنی چاہیے، اور اسے باور کرانا چاہیے کہ وہ اس کے لیے محترم اور قابلِ عزت ہے۔

3: ساس اور بہو کے درمیان تنازعات: سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حل

ساس اور بہو کا رشتہ خاندانی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تاہم پاکستانی معاشرے میں یہ رشتہ اکثر تناؤ، غلط فہمیوں اور تنازعات کا باعث بن جاتا ہے۔ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ان مسائل کا بہترین اور عملی حل فراہم کرتی ہے۔ ذیل میں چند اہم تنازعات کی نشاندہی کے ساتھ اس کا حل پیش کیا جاتا ہے:

الف. خاندانی روایات بمقابلہ ذاتی شناخت

ساس بہو سے توقع کرتی ہیں کہ وہ خاندانی روایات کو بغیر کسی سوال کے اپنائیں گی۔ تاہم، اگر ایک بہو اپنے خدشات کا اظہار کرتی ہے یا اپنے طرز زندگی کو برقرار رکھنا چاہتی ہے، تو اسے اکثر انکار سمجھا جاتا ہے، جس سے تناؤ پیدا ہوتا ہے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انفرادی شناخت کو تسلیم کیا اور جبری روایات کی حوصلہ شکنی کی۔ مثلا سیرت رسول ﷺ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو ایک واقعہ حضرت زینب بنت جحش اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کے نکاح و طلاق کا ملتا ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ:

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اگرچہ اس شادی پر راضی ہو گئیں، لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ موافقت کرنا ان کے لیے مشکل تھا کیونکہ ان کا تعلق قریش کے اعلیٰ طبقے سے تھا، جب کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ ایک آزاد کردہ

---

[13] ترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب فضل ازواج النبی ﷺ، حدیث: 3894۔

غلام تھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے علیحدگی کی اجازت دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبر کرنے اور شادی کو جاری رکھنے کی تلقین کی۔ تاہم، حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس رشتے سے مطمئن نہیں تھیں، جس کی وجہ سے بالآخر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی۔[14]

اس واقعہ کو اگر سامنے رکھا جائے تو ہمیں درج ذیل اسباق دیکھنے کو ملتے ہیں:

الف. نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے جذبات کو تسلیم کیا، بایں صورت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مرضی کے خلاف نکاح میں رہنے پر مجبور نہیں کیا۔

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ایک ساس کو اپنی بہو کی انفرادیت کا احترام کرنا چاہیے، بلاوجہ اپنی ترجیحات کو بہو پر مسلط نہ کرے۔

ب. بہو کو بھی چاہیے کہ وہ عقلمندی اور صبر کے ساتھ اپنے آپ کو نئے ماحول کے مطابق ڈھال لے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو صبر کی تلقین کی اور انہیں خود فیصلہ کرنے کی آزادی دی۔ اسی طرح بہو کو چاہیے کہ وہ اپنی نئی خاندانی حرکیات کو حکمت اور تحمل کے ساتھ دیکھے۔

ج. جبری روایات کی حوصلہ شکنی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کردہ غلاموں کے بارے میں عرب معاشرے کے امتیازی سلوک کو ختم کیا۔ مزید یہ کہ ساس اور بہو کے رشتہ میں مساوات اور انصاف کو فروغ دیا۔

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ساس کو چاہیے کہ وہ اپنی بہوؤں کو بتدریج ضم ہونے دیں، جبکہ بہوؤں کو دانشمندی اور صبر کے ساتھ خاندانی روایات کو اپنانا چاہیے۔

ب. بیٹے/شوہر کی توجہ کے لیے مقابلہ

کبھی کبھی ساس کو لگتا ہے کہ ان کا بیٹا شادی کے بعد دور ہو گیا ہے، جبکہ بہوؤں کو لگتا ہے کہ ان کا شوہر اپنی ماں کا حد سے زیادہ وفادار ہے۔ اس سے تعلقات میں تلخی پیدا ہو سکتی ہے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلقات میں کامل توازن برقرار رکھا۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت کرتے تھے لیکن حضرت علی اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنھما کی ازدواجی زندگی میں کبھی مداخلت نہیں کی۔ اگر ان دونوں ہستیوں میں کسی موقع پر اختلاف ہو بھی جاتا تو بھی نہایت خوش اسلوبی، رحمدلی اور حکمت سے اس اختلاف کا حل پیش کرتے تھے۔ جیسا کہ ہم پہلے مختلف مسائل کے حل بیان کرتے ہوئے ان دونوں شخصیات کے مختلف واقعات بیان کر چکے ہیں۔

---

[14] طبری، ابن جریر، جامع البیان عن تأویل آي القرآن، (دار التربیة والتراث -مکة المکرمة)، ج20، ص273۔

چنانچہ ساس کو اپنی بہوؤں کے ساتھ اپنی بیٹیوں جیسا سلوک کرنا چاہیے اور بہوؤں کو چاہیے کہ وہ ماں اور بیٹے کے رشتے کا احترام کریں۔ شوہروں کو چاہیے کہ وہ انصاف کو یقینی بنائیں اور اپنی ماں اور بیوی دونوں کے حقوق کو پورا کریں۔

ج. دوسرے رشتہ داروں کی مداخلت

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ دیگر رشتہ دار ساس اور بہو کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر دیتے ہیں جس سے تنازعات جنم لیتے ہیں۔ جیسا کہ نندوں کا بلاوجہ بھائی اور اس کی بیوی کی زندگی میں مداخلت کرنا، اپنی ماں کو بھابھی کے خلاف بھڑکانا، شادی شدہ ہونے کے باوجود اپنے بھائی کے گھر کی خبر رکھنے میں زیادہ دلچسپی رکھنا، اور اس جیسے بے شمار دخل اندازیاں ہیں جن کی قطعا کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ یہی بلاوجہ کی مداخلت خاندان کا سکون خراب کرتی ہے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حل

نبی کریم ﷺ نے بلاوجہ مداخلت اور غیر ضروری کاموں میں مداخلت کے حوالے سے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ اچھے مسلمان کی نشانی ہے کہ وہ اپنے کام سے کام رکھے، غیر ضروری کاموں میں مداخلت نہ کرے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه[15]

(کسی شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی اور فضول باتوں کو چھوڑ دے)

پس ساس اور بہوؤں کو افواہوں پر یقین نہیں کرنا چاہیے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے براہ راست بات چیت کرنی چاہیے۔ خاندان کے دیگر افراد کو تنازعات پیدا کرنے کی بجائے امن اور محبت کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اگر کوئی غلط فہمی ہو تو دوسرے کو صفائی پیش کرنے کا پورا موقع فراہم کرنا چاہیے۔

سیرتِ نبوی ﷺ میں ہمیں کئی ایسے واقعات اور احادیث ملتی ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے افراد کو اپنی وضاحت پیش کرنے کا موقع دیا، تاکہ انصاف اور حقانیت کا تقاضا پورا ہو۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ

جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک میں بغیر کسی عذر کے شامل نہ ہو سکے، تو نبی کریم ﷺ نے ان کا مؤقف سننے کا موقع دیا۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب وہ دربارِ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

تعالَ، فَمَا خَلَّفَكَ؟[16]

(آؤ! تمہیں کس چیز نے (غزوہ میں شامل ہونے سے) روکا؟)

یہ سوال درحقیقت حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع فراہم کرنے کے لیے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی فرد کو بغیر تحقیق کے مجرم قرار نہیں دینا چاہیے، گھریلو امور ہوں، یا خارجی، ہر امر اس بات کا متقاضی ہے کہ متعلقہ شخص کو اس معاملہ کے حوالے سے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا حق دیا جائے۔

4: مہر اور جہیز کے مسائل

[15] ترمذی، کتاب الزہد، حدیث: 2317

[16] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک، حدیث: 4418۔

بد قسمتی سے پاکستانی معاشرہ، جہیز اور مہر کے ایسے مسائل میں الجھا ہوا ہے جو اسلامی اصولوں کے صریح خلاف ہے۔ ذیل میں چند اہم مسائل کے بیان کے ساتھ سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں اس کا حل بیان کیا جاتا ہے۔

1. جہیز سے متعلق مسائل

الف: مالی بوجھ اور اسراف

پاکستانی معاشرے میں جہیز محض ایک رسم نہیں ہے بلکہ اسے ایک سماجی معیار اور عزت و وقار کا پیمانہ بنا دیا گیا ہے۔ خاص طور پر متوسط اور نچلے طبقوں میں، دلہن کے والدین اکثر اپنی مالی استطاعت سے زیادہ جہیز دینے کے لیے دباؤ محسوس کرتے ہیں، جس کی وجہ سے قرض، دوسری بیٹیوں کی شادیوں میں تاخیر اور معاشی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ صورت حال اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے، کیونکہ اسلام اسراف اور غیر ضروری مالی بوجھ سے سختی سے منع کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ ٱلْمُبَذِّرِينَ كَانُوٓاْ إِخْوَٰنَ ٱلشَّيَٰطِينِ﴾[17]

"بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔"

ب: سسرال کے گھر والوں میں دباؤ اور عدم قبولیت

بہت سے واقعات میں دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی دلہن خاطر خواہ جہیز نہیں لے کر آتی ہے تو اسے اپنے سسرال میں تنقید اور تذلیل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بعض اوقات اسے ازدواجی زندگی میں مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ طرز عمل اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر زور دیا کہ شادی اور خاندانی تعلقات کی بنیاد مالی معیار پر نہیں بلکہ تقویٰ اور اچھے کردار پر ہونی چاہیے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ[18]

(جب کوئی ایسا شخص جس کے مذہب اور کردار سے تم راضی ہو تو اس سے نکاح کر لو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہو گا۔)

اسی طرح اگر سیرت رسول ﷺ کا مزید مطالعہ کیا جائے تو اس حوالے سے درج ذیل تعلیمات سامنے آتی ہیں:

سادگی اور برکات پر تاکید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بڑی سادگی سے کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس زیادہ مال نہیں تھا، پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز کی شرط نہیں لگائی بلکہ سادگی کی ترغیب دی۔ حضرت علی

---

[17] الاسراء: 27۔

[18] ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء اذا جاء احدکم من ترضون دینہ فزوجوہ، حدیث: 1084۔

رضی اللہ عنہ نے مہر کی ادائیگی کے لیے اپنی زرہ بیچ دی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کی چند بنیادی چیزیں فراہم کیں، جن میں ایک کپڑا، ایک پانی کی چھڑی اور کچھ دیگر ضروریات شامل تھیں۔[19]

اس حدیث سے واضح طور پر یہ سبق ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراف اور دکھاوے کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ لہٰذا سماجی سطح پر لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے آگاہی مہم چلائی جانی چاہیے کہ شادی کو آسان بنایا جائے اور دلہن کے والدین پر مالی دباؤ نہ ڈالا جائے۔

3: مہر سے متعلق مسائل

الف: غیر معقول حد سے زیادہ مہر مقرر کرنا

بعض صورتوں میں، دلہن کا خاندان یا دلہن خود بہت زیادہ مہر کا مطالبہ کرتے ہیں، جو دولہا کے لیے ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں یا تو غفلت یا تاخیر ہوتی ہے۔ اس طرح کا عمل اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے، جیسا کہ اسلام مہر کو غیر ضروری بوجھ کے بجائے دولہا کی مالی صلاحیت کے مطابق تجویز کرتا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مَئُونَةً[20]

(سب سے بابرکت شادی وہ ہے جس کا مالی بوجھ کم ہو۔)

ب: مہر کو محض رسمی طور پر پیش کرنا

بعض صورتوں میں مہر کو محض رسم کے طور پر مقرر کیا جاتا ہے اور شادی کے بعد بیوی کو اس کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ ایک بہت بڑی ناانصافی ہے، جیسا کہ قرآن واضح طور پر مہر کو بیوی کا حق قرار دیتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَءَاتُواْ ٱلنِّسَآءَ صَدُقَٰتِهِنَّ نِحۡلَةٗ﴾[21]

"اور عورتوں کو ان کا مہر بطور خوشی سے ادا کر دو۔"

جہاں قرآن مجید نے مہر ادا کرنے کی تعلیم دی ہے، وہیں آپ ﷺ نے بھی ہر مسلمان کو اس بات کا پابند بنایا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أحقُّ ما أوفيتم من الشُّروط أن توفوا به ما استحلَلتُم به الفروجَ[22]

(پوری ہونے کی سب سے زیادہ مستحق شرط وہ ہے جس کے ذریعے تم نے اپنی بیویوں سے مباشرت کو حلال کیا ہو۔)

---

[19] مسند احمد، حدیث: 818، ج2، ص191۔

[20] مسند احمد، حدیث: 24529، ج41، ص75۔

[21] النساء: 4۔

[22] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الشروط فی النکاح، حدیث: 5151؛ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الوفاء بالشروط فی النکاح، حدیث: 3472۔

5: والدین اور بچوں کے درمیان تنازعات: سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں حل

والدین اور بچوں کا رشتہ محبت، شفقت اور احترام پر مبنی ہوتا ہے۔ تاہم وقت کے ساتھ ساتھ سماجی تبدیلیوں، تعلیم، جدید رجحانات اور نئی نسل کی آزادانہ سوچ کی وجہ سے والدین اور ان کے بچوں کے درمیان تنازعات جنم لیتے ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں، یہ تنازعات اکثر روایات، تعلیم، شادی اور طرز زندگی کے انتخاب سے جڑے ہوتے ہیں۔ اگر ان اختلافات کو دانشمندی اور فہم و فراست کے ساتھ حل نہ کیا جائے تو یہ والدین اور بچوں کے درمیان جذباتی فاصلے پیدا کر سکتے ہیں۔

والدین اور بچوں کے مابین انہی اختلافات میں سے چند اہم اختلافات کو ذیل میں بیان کر کے سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں اس کا حل پیش کیا جاتا ہے:

الف: طرز زندگی اور آزادی کے مسائل

نوجوانوں کو لگتا ہے کہ ان کے والدین ان کی آزادی پر قدغن لگا رہے ہیں، جب کہ والدین کو خدشہ ہے کہ مغربی یا غیر روایتی طرز زندگی اپنانے سے ان کے بچے اسلامی اقدار سے دور ہو سکتے ہیں۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حل:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مشورے اور احسان کا طریقہ اختیار کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے گھر کے معاملات خود سنبھالنے کی آزادی دی لیکن جب بھی ضرورت پڑی تو حکمت کے ساتھ رہنمائی فرمائی۔

لہذا والدین اور بچوں کو ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنا چاہیے۔ والدین کو سخت قوانین نافذ کرنے کی بجائے پیار سے اسلامی اصولوں کی وضاحت کرنی چاہیے، جب کہ نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے فیصلے والدین سے مشورہ کر کے کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾[23]

(ان کے معاملات باہمی مشاورت سے حل ہوتے ہیں۔)

یہ آیت واضح طور پر یہ تعلیمات فراہم کر رہی ہے کہ کوئی بھی انسان، خاص کر بچے، جو ابھی شعور کی منازل طے کر رہے ہیں ، انہیں چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ہی عقلِ کل نہ سمجھیں بلکہ کوئی بھی اہم قدم اٹھانے سے پہلے اپنے بڑوں سے ضرور مشورہ کر لیا کریں۔

ب: مغربی اثرات کے بارے میں خدشات:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ثقافتوں کے اچھے پہلوؤں کو اپنانے کی اجازت دیتے ہوئے اسلامی تشخص کو برقرار رکھا ہے۔

والدین کو چاہیے کہ وہ ہر جدید چیز کو یکسر مسترد نہ کریں، بلکہ پہلے اس بات کا جائزہ لیں کہ آیا اسے اسلام کے دائرہ کار میں اپنایا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اسی طرح نوجوانوں کو اسلامی اقدار کے اندر رہتے ہوئے اپنی آزادی کا استعمال کرنا چاہیے۔

سیرت نبوی ﷺ سے حل:

---

[23] الشوریٰ: 38۔

Al-Milal (July-December 2025)
Vol. 7, No. 2 ISSN: 2663-4392

نبی کریم ﷺ نے غیر اسلامی ثقافتوں کے ساتھ تعامل میں ایک متوازن اور حکیمانہ طریقہ اختیار فرمایا۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں ہمیں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں جو اس معاملے میں راہنمائی فراہم کرتی ہیں مثلاً:

1. غزوہ خندق کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل کر کے ایک ایسی جنگی حکمت عملی اپنائی، جو اس سے پہلے عرب میں متعارف نہ تھی۔[24]
2. اسی طرح حضرت زید بیان کرتے ہیں کہ یہود کی تحریر سمجھنے ، اور ان کے ساتھ خط و کتابت کرنے کے لیے آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں یہود کی زبان سیکھوں۔[25]

ان دونوں واقعات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ غیر اسلامی ثقافتوں کے ایسے عناصر، جو دین کے بنیادی اصولوں کے خلاف نہ ہوں اور جو معاشرتی، سماجی اور علمی یا دفاعی لحاظ سے فائدہ مند ہوں، انہیں اپنانا جائز ہے۔

ج: لباس اور سماجی تعاملات میں فرق

والدین اپنے بچوں کو روایتی لباس پہننے اور بعض سماجی اجتماعات سے گریز کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، جب کہ نوجوان نسل فیشن اور جدید طرز زندگی کے انتخاب کی طرف مائل ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اختلاف رائے پیدا ہوتا ہے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس سادگی اور وقار دونوں کو ظاہر کرتا تھا۔ انہوں نے صاف ستھرا اور قابل احترام لباس پہننے کی ترغیب دی جو اسلامی اقدار سے ہم آہنگ ہو، اگر اسلامی اقدار کے خلاف کوئی شے نہیں ہے تو چاہے کسی بھی ثقافت کا لباس ہو، آپ ﷺ نے اس کے استعمال سے منع نہیں فرمایا۔

حضرت براء بن عازب سے منقول ہے کہ:

قد رایته في حلة حمراء ما رایت شيئا احسن منه[26]

(میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑے میں دیکھا آپ سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی۔)

حدیث میں جس سرخ جوڑے کا ذکر کیا گیا ہے، ایسے جوڑے یمن میں بنتے تھے اور دیگر اقوام کے لوگ بھی استعمال کرتے تھے۔[27] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی خاص علاقے یا قوم کے لباس کو اس وقت تک اپنانا جائز ہے جب تک وہ اسلامی اصولوں کے خلاف نہ ہو۔

اور جہاں تک غیر اقوام کے اجتماعات وغیرہ میں شریک ہونے کا تعلق ہے تو نبی کریم ﷺ بعثت سے قبل اور بعد میں قریش کے منعقد کردہ تجارتی میلوں میں شریک ہوتے رہے۔ خاص طور پر "عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز" جیسے مشہور بازاروں میں آپ

---

[24] تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: ابن حجر، فتح الباری، محقق: عبد الباقی، (مکتبہ سلفیہ، مصر، 1390ھ)، ج7، ص392۔

[25] ترمذی، کتاب الاستئذان، باب ماجاء في تعليم السريانية، حدیث: 2715۔

[26] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الثوب الاحمر، حدیث: 5848۔

[27] ابن حجر، فتح الباری، ج10، ص306۔

ﷺ تشریف لے جاتے، جہاں عربوں کے تجارتی اور ثقافتی اجتماعات منعقد ہوتے تھے۔ جیسا کہ ربیعہ بن عباد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم بصر عيني بسوق ذي المجاز يقول:" يا ايها الناس، قولوا: لا إله إلا الله، تفلحوا"[28]

(میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی المجاز نامی بازار میں لوگوں کے سامنے اپنی دعوت پیش کرتے ہوئے دیکھا کہ اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ لو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔)

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کسی غیر مسلم اجتماع میں کوئی غیر شرعی بات نہ ہو اور وہ دعوتِ دین یا سماجی تعلقات کے لیے مفید ہو، تو اس میں شرکت کی جا سکتی ہے۔

لہذا والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو ایسے ماحول کی طرف رہنمائی کریں جہاں تمام سماجی میل جول کو سختی سے منع کرنے کے بجائے اسلامی اصولوں کی پابندی کی جائے۔ نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے والدین کی پریشانیوں کو سمجھیں اور ایسے اجتماعات سے گریز کریں جو ان کے مذہبی اور اخلاقی تشخص کو کمزور کرتے ہیں۔

ج. کیریئر اور زندگی کے انتخاب

والدین اپنے بچوں کو ڈاکٹر، انجینئر بننے، یا سرکاری ملازمتوں کے حصول جیسے مستحکم کیریئر کو ترجیح دیتے ہیں۔ دوسری طرف، نوجوان اپنے ذاتی مفادات کی پیروی کرنا چاہتے ہیں، بشمول سوشل میڈیا، آرٹس یا فری لانسنگ جیسے غیر روایتی شعبے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص پیشہ مسلط نہیں کیا بلکہ اپنے ساتھیوں کی ان کی صلاحیتوں اور صلاحیتوں کی بنیاد پر حوصلہ افزائی کی۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک کامیاب تاجر تھے،[29] حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عسکری حکمت عملی کے ماہر تھے،[30] اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث کے مطالعہ میں مہارت رکھتے تھے۔[31]

والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی صلاحیتوں کو سمجھیں اور ان کی دلچسپیوں کے مطابق ان کی رہنمائی کریں۔ والدین کو صرف روایتی پیشوں پر اصرار نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے بچوں کو مالی استحکام اور اسلامی اقدار کی پاسداری کو یقینی بناتے ہوئے ایسے شعبوں کا انتخاب کرنے کی اجازت دینی چاہیے جہاں وہ بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کر سکیں۔ اسی طرح نوجوانوں کو اپنے والدین کو اعتماد میں لینا چاہیے اور ایسے کیریئر کا انتخاب کرنا چاہیے جو ان کے جذبات اور خاندانی عزت دونوں کے مطابق ہو۔

د: شادی پر تنازعات

[28] مسند احمد، ج25، ص404، حدیث:16023۔

[29] مکمل حالات دیکھنے کے لیے ملاحظہ کریں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت–لبنان)، ج3، ص476۔

[30] مکمل حالات دیکھنے کے لیے ملاحظہ کریں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج2، ص140۔

[31] مکمل حالات دیکھنے کے لیے ملاحظہ کریں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج6، ص313۔

پاکستانی معاشرے میں اکثر شادیاں والدین کی طرف سے کی جاتی ہیں، جب کہ نوجوان نسل تیزی سے اپنی پسند سے شادی کرنے کو ترجیح دیتی ہے۔ یہ تنازعہ اس وقت شدت اختیار کرتا ہے جب والدین روایات، خاندانی عزت اور معاشرتی اصولوں کو ترجیح دیتے ہیں، جبکہ بچے اپنے فیصلے میں محبت اور ذہنی مطابقت کو اہمیت دیتے ہیں۔

اسی طرح والدین کی اکثریت یہ خواہش رکھتی ہے کہ ان کی بیٹیوں کی کم عمری میں شادی ہو جائے، جب کہ بہت سی نوجوان خواتین اپنی تعلیم مکمل کر کے پہلے اپنا کیریئر قائم کرنے کو ترجیح دیتی ہیں۔ ترجیحات میں یہ فرق اکثر والدین اور بچوں کے درمیان اہم اختلاف کا باعث بنتا ہے۔

سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں حل

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات شادی کے معاملے میں اعتدال، مشاورت، اور فطرت کے تقاضوں کو مد نظر رکھنے کی تاکید کرتی ہیں، جیسا کہ:

الف: شادی میں بچے کے انتخاب کو اہمیت دینا

اسلام میں شادی کے لیے باہمی رضامندی ایک بنیادی شرط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اس اصول پر زور دیا بلکہ اس پر سختی سے عمل بھی کیا۔

بخاری کی ایک روایت ہے کہ:

خنساء بنت خذام انكحها ابوها وهي كارهة، فرد النبي صلى الله عليه وسلم ذلك[32]

(خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے والد نے ان کی ناپسندیدگی کے باوجود کر دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو رد کر دیا تھا۔)

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام بچوں کو اپنے شریک حیات کے انتخاب کا حق دیتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے انتخاب کا احترام کریں اور اپنے بچوں کے جذبات اور ترجیحات پر غور کیے بغیر اپنے فیصلے مسلط نہ کریں۔

ب: شادی میں جلد بازی سے پرہیز اور تعلیم اور کیریئر کی اہمیت کو پہچاننا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کو آسان بنانے کی ترغیب دی لیکن کبھی اس بات پر اصرار نہیں کیا کہ جلد از جلد شادی ہی واحد حل ہے۔ اگر کچھ تعلیمی یا کیریئر کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ضروری ہے، تو والدین کو اپنے بچوں کو کافی وقت دینا چاہیے۔

مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی خدمات اور حدیث میں ان کا وسیع علم اس بات کا ثبوت ہے کہ عورت کی تعلیم کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ اگرچہ ان کی شادی چھوٹی عمر میں ہوئی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو یقینی بنایا کہ حضرت عائشہ نے مناسب تعلیم حاصل کی اور اسلامی تاریخ کی سب سے زیادہ باشعور خواتین میں سے ایک بن گئیں۔[33]

ج. شادی میں ثقافتی روایات پر مذہب کو ترجیح دینا

---

[32] صحیح بخاری، کتاب الحیل، باب فی النکاح، حدیث: 6969۔

[33] مکمل حالات دیکھنے کے لیے ملاحظہ کریں: ابن الاثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج7، ص186۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اسلامی اقدار کو ثقافتی روایات سے بالاتر رکھا اور اسلامی تعلیمات سے متصادم رسوم کا خاتمہ کیا۔

قبل از اسلام قریش کے معاشرے میں، قبائلی عصبیت عام تھی، اپنی روایات کے خلاف جانا، کسی چھوٹے قبیلہ میں عورت دینا، عصبیت کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔ تاہم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، جو ایک سابق غلام تھے، کا نکاح زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کرایا تاکہ یہ ظاہر کیا جاسکے کہ اخلاق اور تقویٰ خاندانی حیثیت سے زیادہ اہم ہے۔[34]

آپ ﷺ کا یہ عمل ہمیں سکھاتا ہے کہ شادی کی بنیاد صرف خاندانی وقار اور روایات پر نہیں ہونی چاہیے بلکہ مذہبی اقدار، اچھے کردار اور ذہنی ہم آہنگی پر ہونی چاہیے۔

6:وراثت کے تنازعات:

پاکستانی معاشرے میں وراثت کے جھگڑے عام ہیں۔ بہت سے خاندان وراثت کی منصفانہ تقسیم میں ناکام رہتے ہیں، اکثر خواتین کو ان کے جائز حصہ سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں، بڑے بھائی یا دیگر قریبی رشتہ دار ناحق وراثت پر قبضہ کر لیتے ہیں، کمزور ورثاء (جیسے بہنیں یا یتیم بچے) کو ان کے حقوق کے بغیر چھوڑ دیتے ہیں۔ جذباتی دباؤ، دھوکہ دہی، اور قانونی پیچیدگیاں ان تنازعات کو مزید بڑھا دیتی ہیں، جس کے نتیجے میں طویل خاندانی تنازعات اور رشتوں میں تقسیم، سامنے آتی ہے۔

سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں حل

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وراثت سے متعلق مسائل کے حل کے لیے کئی رہنما اصول فراہم کرتی ہے:

الف: اس بات کو یقینی بنانا کہ ہر وارث کو ان کا صحیح حصہ ملے

اسلام نے وراثت کے لیے ایک واضح اور منصفانہ نظام وضع کیا ہے جس پر بغیر کسی ردوبدل کے عمل کیا جانا چاہیے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

إن الله قد اعطى كل ذي حق حقه، ولا وصية لوارث [35]

{اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے (تو تم سمجھ لو) وارث کے لیے وصیت نہیں ہے}

یہ حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ وراثت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق ہونا چاہیے، نہ کہ کسی کی ذاتی مرضی کے مطابق۔

ب: خواتین اور یتیموں کے حق وراثت کا تحفظ

بہت سے پاکستانی خاندانوں میں، خواتین اور یتیم بچوں کو اکثر وراثت میں حصہ دینے سے انکار کیا جاتا ہے، حالانکہ اسلام انہیں ایک مخصوص حصہ دیتا ہے جیسا کہ سورہ نساء کا دوسرا رکوع، اس پر شاہد ہے کہ قرآن کریم نے جس تفصیل سے وراثت کے احکام کو بیان کیا ہے، اتنی تفصیل سے کسی اور مسئلہ کو بیان نہیں کیا۔

---

[34] صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، حدیث:4787۔

[35] سنن نسائی، کتاب الوصایا، باب ابطال الوصیۃ للوارث، حدیث: 3671۔

اس کے علاوہ ایک روایت میں آتا ہے کہ:

((اللهم إني احرج حق الضعيفين , اليتيم والمراة))[36]

"اے اللہ! میں دو کمزوروں ایک یتیم اور ایک عورت کا حق مارنے کو حرام قرار دیتا ہوں"

قرآن و حدیث دونوں ہمیں یہی سکھا رہے ہیں کہ ہر ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے ، خصوصا سربراہ کی، چاہے وہ گھر کا سربراہ ہو یا ریاست کا، وراثت کے مسائل کا حل اسی طرح یقینی بنائے جیسا کہ شریعتِ اسلامی نے بیان کیا ہے۔

نتائج

مذکورہ تحقیق کے بعد درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

1. ازدواجی تعلقات میں کشیدگی

- نبی اکرم ﷺ نے میاں بیوی کے تعلقات میں محبت، صبر اور حکمت کو لازمی قرار دیا ہے۔ اسی طرح باہمی مشاورت، نرم رویہ اپنانا اور مالی معاملات میں تعاون اور قناعت پر زور دیا گیا ہے۔

2. غلط فہمیاں اور عدم برداشت

- نبی ﷺ نے حسن ظن اور گفت و شنید کو تعلقات میں استحکام کی بنیاد بنایا۔
- باہمی افہام و تفہیم، برداشت اور بیوی کے جذبات و احساسات کے خیال رکھنے پر زور دیا ہے تا کہ نااتفاقیاں ختم ہوں۔
- نبی ﷺ نے دوسروں کے معاملات میں تجسس سے منع فرمایا، تا کہ غیر ضروری غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں۔

3. ساس اور بہو میں تنازعات

- نبی ﷺ نے خاندان میں عزت و احترام کی فضا قائم رکھنے کی تاکید فرمائی۔
- آپ ﷺ کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ باہمی معاملات میں نرمی اور تحمل سے فیصلے کیے جائیں۔
- رشتوں میں درگزر اور حسن سلوک کو فروغ دینا خاندانی تنازعات کے حل میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

4. مہر اور جہیز کے مسائل

- نبی اکرم ﷺ نے نکاح میں سادگی کو پسند فرمایا اور غیر ضروری رسم و رواج سے منع کیا۔
- آپ ﷺ نے بھاری مہر اور جہیز کی پابندیوں کو بوجھ قرار دیتے ہوئے آسانی پیدا کرنے کی ہدایت دی۔
- مثالی شادی وہی ہے جس میں خرچ کم ہو اور دین کو ترجیح دی جائے۔

5. والدین اور بچوں میں تنازعات

- نبی ﷺ نے والدین کے حقوق اور بچوں کی تربیت میں توازن پیدا کرنے پر زور دیا۔
- والدین کو شفقت سے پیش آنے اور اولاد کی بہتر پرورش کی تعلیم دی گئی۔
- اولاد کو نافرمانی اور سخت مزاجی سے روکنے کے لیے سیرتِ نبوی ﷺ میں بہترین نمونے موجود ہیں۔

---

[36] ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب حق الیتیم، حدیث:3678۔

6.وراثت کے تنازعات

- نبی اکرم ﷺ نے وراثت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنانے کے لیے قرآن کے احکام کی سختی سے پیروی کا حکم دیا۔
- غیر شرعی طریقوں سے وراثت میں ردوبدل کرنے کی ممانعت کی گئی۔
- عدل وانصاف کے اصولوں پر عمل کر کے وراثتی تنازعات کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

سفارشات

1. نکاح میں سادگی: جہیز اور غیر ضروری مہر کی شرائط ختم کر کے نکاح کو آسان بنایا جائے۔
2. خاندانی تعلقات میں صلح وبرداشت: ازدواجی اور گھریلو تنازعات حل کرنے کے لیے صبر، مشاورت اور حسن سلوک کو فروغ دیا جائے۔
3. وراثت کی منصفانہ تقسیم: اسلامی قوانین کے مطابق وراثتی حقوق کی حفاظت اور عدل کو یقینی بنایا جائے۔